اکائی: 4 اسلوب اوراس کی قسمیں

اکائی کے اجزاء

4.1 مقصد

4.2 تمہید

4.3 اسلوب کی تعریف

4.4 اسلوب علمی

4.5 اسلوب ادبی

4.6 اسلوب خطابی

4.7 خلاصہ

4.8 نمونے کے امتحانی سوالات

4.9 مطالعے کے لیے رہنما کتابیں

4.10 مشکل الفاظ کی فرہنگ

4.1 مقصد

اس اکائی کا مقصد یہ ہے کہ ہم علم بلاغت کے ایک اہم عنصر ''اسلوب'' کی حقیقت سمجھیں۔ ہمیں پتا چلے کہ اسلوب کسے کہتے ہیں؟ کلام میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ اسلوب کتنے قسم کا ہوتا ہے؟ ان اقسام کی کیا کیا خاصیات ہیں؟ اس اکائی کے ذریعے جب ہمیں یہ سب باتیں معلوم ہو جائیں گی تو ہمیں علم بلاغت کے اس اہم جزء سے آگاہی حاصل ہو جائے گی۔ ہم کسی بھی زبان میں بولتے یا لکھتے وقت اپنے اسلوب کو زیادہ مؤثر بنا سکیں گے۔

4.2 تمہید

اسلوب علم بلاغت کا اک اہم جز ہے۔ اس کے ذریعے ہمیں پتا چلتا ہے کہ ہمیں اپنے کلام کو مخاطب کے دل میں جاگزیں کرنے کے لیے کب کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کلام اپنے مفہوم اور معانی کے لحاظ سے بہت اعلیٰ ہوتا ہے۔ لیکن متکلم اُس کلام کے لحاظ سے مناسب اسلوب اختیار کر پاتا، جس کی وجہ سے وہ کلام سامعین پر اپنا اثر نہیں چھوڑتا۔ اس لیے اسلوب کی حقیقت اور اس کی اقسام کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔ اس سے ہمیں صرف علمی بنیادوں پر ہی اسلوب کی معلومات نہیں ہوتی۔ بلکہ عملی طور پر بھی درست اسلوب کو برتنے کا سلیقہ آتا ہے۔

4.3 اسلوب کی تعریف

اسلوب عربی مبان کا لفظ ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے راستہ۔ اس کی جمع ہے اسالیب۔ **معجم الرائد** میں اسلوب کی تعریف یہ ہے:

نهج خاص في الكتابة و التعبير عن الأفكار

لکھنے اور اپنے نظریات کو بیان کرنے کا مخصوص انداز۔

سوئفٹ (Swift) نے مختصر الفاظ میں اسلوب کی تعریف اس طرح کی ہے:

Proper words in proper places.

مناسب الفاظ، مناسب جگہوں پر۔

پروفیسر نثار احمد فاروقی نے اسلوب کی حقیقت پر اچھی گفتگو کی ہے۔ اُن کے ایک طویل مقالے کے مندرجہ ذیل اقتباسات ہمیں اسلوب کا مفہوم سمجھنے میں مدد دیتے ہیں:

> ''اسلوب یا طرز نگارش کا مسئلہ ایسا نہیں، جس پر کوئی فیصلہ کن اور دوٹوک بات کہی جا سکے۔ آسان لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ افکار و خیالات کے اظہار و ابلاغ کا ایسا پیرایہ ہے، جو دل نشیں بھی ہو اور منفرد بھی ہو۔ اسی کو انگریزی میں Styrle کہتے ہیں۔ اردو میں اس کے لیے ''طرز'' یا ''اسلوب'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی اور جدید فارسی میں اسی کو ''سبک'' بھی کہتے ہیں۔ ان الفاظ کی اصل پر غور کرنے سے ہی یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلوب میں ترصیع یا صناعی Ornamentation کا مفہوم شامل رہا ہے۔ سب سے پہلے انگریزی لفظ Style کو لیجیے۔ یہ ایک یونانی لفظ Stilus سے نکلا ہے، جو ہاتھی دانت، لکڑی یا کسی دھات سے بنا ہوا ایک نوکیلا اوزار ہوتا تھا، جس سے موم کی تختیوں پر حروف و الفاظ یا نقوش کندہ کیے جاتے تھے۔ کچھ لوگ اس کی اصل Stylus بتاتے ہیں، مگر یہ غلط ہے۔''

''جدید فارسی اور عربی زبان میں اسٹائل کے لیے سَبَکَ استعمال ہوتا ہے۔اصل مصدری معنی میں یہ عربی لفظ ہے۔ سبك يسبك (ضَرَبَ يَضرِبُ) کے لغوی معنی ہیں دھات کو پگھلانا اور سانچے میں ڈھالنا۔ چناں چہ ایسا سونا، جسے کٹھالی میں ڈھال کر میل سے صاف کرلیا جاتا ہے، سبيك یا مسبوك کہلاتا ہے اور دھات کی چیزیں ڈھالنے والی Faundry کو مسبکه کہتے ہیں۔اس لفظ کے لغوی معنوں کی خصوصیات پر غور کیجیے تو دھات کو تپانا، اسے حشو وزوائد سے پاک کرنا، نکھارنا، پھرایک سانچے میں ڈھالنا اور کوئی خوش نما شکل دے دینا، ایسا عمل ہے، جو اچھے اسٹائل میں اسی طرح لفظوں کے ساتھ دہرایا جاتا ہے۔اس میں اسلوب کی نفاست و لطافت اور پختگی و پائے داری کا راز مضمر ہے۔ چناں چہ عربی میں اس کا مفہوم حشو و زوائد سے پاک کرنا بھی ہے۔ دوسرا لفظ طَرَزَ ہے۔ طَرَزَ يَطرُزُ (سمع يسمع) لباس فاخرانہ استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔

طرز اور تطرز کپڑے پر بیل بوٹے بنانا، زردوز کرنا۔ الطرازۃ زردوزی کے لیے اور المطرز بیل بوٹے بنانے والے یا زردوز کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اسے طور، طریقہ، ہیئت یا ترتیب کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً عربی میں کہیں گے هذا علیٰ طرازك، یعنی یہ تمھارے طریقے پر ہے۔طراز عربی جدید میں فیشن کے معنی بھی دیتا ہے۔''

''اب اسلوب کا لفظ دیکھیے۔طریقہ، راستہ، روش اور ڈھنگ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اسالیب اس کی جمع ہے۔ یہ فی الاصل کسی متعین و متقین روش کے لیے ہے۔اسی لیے جب عربی میں کہتے ہیں "انفه فی اسلوب " یعنی اس کی ناک ایک ہی ڈھنگ سے رہتی ہے یا وہ زیادہ مغرور ہے، تو اس میں انفرادیت کا تصور بھی شامل ہوتا ہے۔اسی لیے یہ ادب میں کسی مخصوص اندازِ نگارش کے واسطے بولا جاتا ہے، جس میں لکھنے والے کی شخصیت کے منفرد خط وخال نظر آئیں۔مغربی اصولِ نقد ونظر کی اشاعت کے بعد ہندی میں سبک یا طرز کے لیے ''شیلی'' بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ ہندی میں (اپنے موجودہ مفہوم کے لیے) زیادہ پرانا نہیں۔اگر چہ اس کی اصل لفظ شیل ہے، جو اصول، برتاؤ، ڈھب اور ڈھنگ کا مفہوم ادا کرتا ہے۔جیسے پنچ شیل میں ہے۔شیلی کا مفہوم من وعن وہی ہے جو عربی میں اسلوب کا ہے۔ان الفاظ کی تشریح وتعریف میں اتنی لمبی تمہید سے مدعی یہ تھا کہ اسٹائل کے لیے ہندی، سنسکرت، عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ میں جو لفظ استعمال ہوتے ہیں، وہ یہی ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی اسلوب بغیر تصنع، کاوش یا آورد کے بغیر نہیں بنتا۔اردو میں اس کے لیے ایک لفظ ''انداز'' بھی ہے۔میر تقی میر اردو کا پہلا شاعر ہے، جس نے یہ لفظ ان مخصوص معنوں میں استعمال کیا تھا۔''

ان اقتباسات سے یہ بات بہت واضح ہو جاتی ہے کہ کلام کا ایک مخصوص انداز اسلوب کہلاتا ہے۔انسان کے لکھنے بولنے کا انداز، طرز اور اسٹائل کو علم بلاغت کی اصطلاح میں اسلوب کہتے ہیں۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ انسان کی گفتگو کا انداز ہمیشہ یکساں نہیں رہتا۔ غصے کے وقت وہ بہت بلند آواز سے بات کرتا ہے تو ہنسی مزاق کے وقت بہت تفریحی انداز میں۔کسی حادثے یا مصیبت کے وقت وہ پست یا بھرائی ہوئی آواز میں بات چیت کرتا ہے تو لڑائی جھگڑے کے وقت

بہت جذباتی اور زوردار انداز میں۔ غرض یہ کہ اندازِ تکلم ہمیشہ تبدیل ہوتا ہے۔ موضوعِ گفتگو اور محلِ گفتگو کے لحاظ سے اندازِ گفتگو بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے علم بلاغت کے ماہرین نے اسلوب کو مختلف قسموں میں بانٹا ہے۔ ویسے اسلوب کی مختلف تقسیمیں کی گئی ہیں، اس میں کچھ اختلاف بھی ہے، لیکن عام طور پر علمائے بلاغت نے اسلوب کی تین قسمیں کی ہیں۔ آیئے! ان تینوں قسموں پر گفتگو کرتے ہیں۔

4.4 اسلوبِ علمی

اسلوب علمی کو اسلوب کی قسموں میں سب سے سنجیدہ قسم کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ اسلوب سب سے زیادہ پرسکون، سب سے زیادہ سنجیدہ، سب سے زیادہ سلجھا ہوا اور سب سے واضح ہوتا ہے۔ اس میں نہ تو غیر ضروری لفاظی کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ جوش و جذبہ بھڑکانے والے الفاظ کی۔ یہ اسلوب کسی پُرسکون سمندر کی طرح ہوتا ہے۔ بہ ظاہر یہ بہت تھما ہوا اور ٹھہرا ہوا ہوتا ہے، لیکن اندرونی طور پر اس میں بے پناہ گہرائی اور معلومات پوشیدہ ہوتی ہے۔

اس اسلوب میں سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ متکلم لفاظی سے بچتے ہوئے دو دو چار کی طرح اپنی بات بیان کرتا جائے۔ جوش کے بہ جائے اطمینان اور ظاہری حسن کے بہ جائے حقائق کو بیان کرنے پر توجہ دے۔ اس اسلوب کو اختیار کرنے میں شاعرانہ انداز، افسانوی اصطلاحات اور رومانوی تعبیرات سے کوسوں دور رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سیدھے سادے انداز میں موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے حقائق بیان کیے جاتے ہیں اور قاری یا سامع کو فکری خزانے سے مالا مال کیا جاتا ہے۔ مخاطب کو زیادہ سے زیادہ علمی حقائق دینے کی فکر کی جاتی ہے۔ اُس کی عقل کو اپیل کرنے پر توجہ دی جاتی ہے۔ متعلقہ موضوع پر وافر معلومات فراہم کر کے اُس کے ذہن و دماغ میں موجود علمی و فکری سوالات کو ابھارنے اور ان کا جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے ہر زمانے میں علماء و مفکرین، دانش وران و محققین، فلاسفہ و متکلمین یہی اسلوب اختیار کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہ اسلوب اپنی ماہیت کے لحاظ سے بہت سادہ اور معنویت کے لحاظ سے بہت گہرا ہوتا ہے۔

مختصر طور پر اسلوب علمی کی خصوصیات کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

1- یہ اسلوب علمی حقائق بیان کرنے کے لیے سب سے بہتر ہوتا ہے۔
2- اس اسلوب میں الفاظ و تعبیرات بہت سادہ اور عام فہم استعمال کیے جاتے ہیں۔
3- یہ اسلوب شاعرانہ یا خطیبانہ انداز سے دور ہوتا ہے۔
4- اس اسلوب میں مبالغے، مزاح اور غیر سنجیدہ باتوں کے لیے جگہ نہیں ہوتی۔
5- یہ اسلوب علمی دلائل اور منطقی نتائج کا حامل ہوتا ہے۔

عربی زبان میں جاحظ، عبدالقاہر جرجانی، ابن رشیق، فخر الدین رازی، ولی اللہ دہلوی، عبدالحی حسنی، عباس محمد عقاد، محمد عبدہ اور احمد امین اسلوب علمی کے اہم حاملین میں شامل ہیں۔ جب کہ اردو زبان میں سر سید احمد خان، شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی اور محمد حمید اللہ جیسے مشاہیر اسی اسلوب کے حامل رہے ہیں۔

اسلوب علمی کے نمونے کے طور پر علامہ عبدالحی حسنی کی یہ عبارت دیکھیے:

اعلم أن الإسلام ورد الهند من جهة خراسان وماوراء النهو، فانعكست أشعة العلم على الهند من قِبَل تلك البلاد، وكانت صناعة أهلهما من قديم الزمان فنون الفلسفة وحكمة البونان، وكان قصارى نظرهم في علم النحو والفقه والأصول والكلام على طريق التقليد، فلما بلغ الإسلام إلى الهند وصارت بلدة ملتان مدينة العلم نهض من تلك البلدة جمع كثير

من العلماء، ثم لا صارت لاهور قاعدة الملك في أيام الغزنوبة صارت مركزأ للعلوم والفنون، نم لا افتتح الملوك الغوربة مدينة دهلي وجعلوها عاصمة للبلاد المفوحة من الهند صارت مرجعاً ومآباً للعلماء ، حتى وقد إليها أرباب الفضل والكمال من كل ناحية وبلدة، قدرسوا وأفادوا عهداً بعد عهد، ولم تزل كذلك إلى آخر عهد الملوك التيمورية۔

4.5 اسلوبِ ادبی

ظاہری دل کشی کے لحاظ سے اسلوبِ ادبی کو تمام اسالیب میں فوقیت حاصل ہے۔ یہ اسلوب ظاہری حسن اور اوپری چمک ومک کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس اسلوب میں پوری توجہ اس بات پر صرف کی جاتی ہے کہ پڑھنے یا سننے والے کو زبان کی چاشنی حاصل ہو۔ اُس کے کام کلام کے حسن سے محظوظ ہوں۔ اس لیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سیدھی سادی بات کو خوب بڑھا چڑھا کر اور بنا سنوار کر پیش کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر متکلم کو یہ بتانا ہے کہ میں ایک سردرات میں گھر سے نکلا، تو وہ یہ سیدھی سادی بات بہت بنا سنوار کر پیش کرے گا۔ وہ کہے گا:

> ''کل شام ہی سے فضا میں خنکی تھی۔ سورج نے جیسے ہی اپنا منہ چھپایا، فوراً وہ خنکی سرد ہواؤں میں تبدیل ہوگئی۔ سرد ہوائیں ایسی کہ جسم کے پار ہوئی جا رہی تھیں۔ آگ کے سامنے بیٹھ کر بھی دانت کٹکٹا رہے تھے۔ جسم میں خون جما جا رہا تھا۔ ایسی سردرات میں میں نے گھر کا دروازہ کھولا اور اپنے سینے میں عزمِ جواں کی آتشِ جوالا لے کر گھر سے نکلا۔''

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس اقتباس میں صرف ایک بات کہی گئی ہے کہ میں سردرات میں کسی کام سے نکلا۔ لیکن بات کو ایسا گھما پھرا کر پیش کیا گیا ہے کہ بات بہت لمبی ہوگئی۔ البتہ پڑھنے یا سننے والے کو دل چسپی اور دل کشی محسوس ہونے لگتی ہے۔ وہ سوچنے لگتا ہے کہ کاش سنانے والا اپنی پوری داستان سنا کر ہی دم لے۔

کلام میں ظاہری حسن پیدا کرنے کے لیے اسلوب ادبی میں تشبیہات، کنایات، استعارات، خیالات اور تکلفات سے بہت زیادہ کام لینا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر کلام میں ظاہری حسن نہیں پیدا ہوتا۔ ایسا نہیں ہے کہ اس اسلوب میں علمیت وحقیقت کو پوری طرح بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے، لیکن اصل توجہ ظاہری حسن پر دی جاتی ہے۔ دوسری چیزوں کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ اسلوب ادبی کے اہم اوصاف کو نکات کی شکل میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

1- اس اسلوب میں الفاظ کے انتخاب پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔
2- تشبیہ، استعارے، کنایے اور مبالغے سے کام لیا جاتا ہے۔
3- قاری یا سامع کے دل کے تار چھیڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔
4- علمی حقائق اور سنجیدہ افکار کے بجائے کلام کے ظاہری حسن پر اصل توجہ صرف کی جاتی ہے۔
5- عام طور پر لوگوں کو یہی اسلوب پسند آتا ہے۔ اکثر ناولوں، افسانوں اور کہانیوں میں یہی اسلوب اختیار کیا جاتا ہے۔

تمام زبانوں کے اکثر ادباء، شعراء، ناول نگار، کہانی کار اور افسانہ نگار اس اسلوب کے حامل ہوتے ہیں۔ عربی میں ہمدانی، حریری، ابن مقفع، منفلوطی، علی طنطاوی اور نجیب محفوظ کی اکثر تخلیقات اس اسلوب کی حامل ہیں، جب کہ اردو زبان میں راشد الخیری، خواجہ حسن نظامی، رجب علی بیگ سرور اور

عبدالماجد دریابادی اس اسلوب کے اہم نمائندے کہے جاسکتے ہیں۔

اسلوب ادبی کے نمونے کے طور پر مقامات حریری کی یہ عبارت دیکھیے:

حدّث الحارث بن همّام قال: لمّا اقتَعَدتُ غَارِبَ الإغتِرَاب، وَأَنْأَتنی المَترَبَة عَنِ الْأَتْرَابِ، طَوَّحَتْ بشی طَوَانِحُ الزَّمَنِ، إلَی صَنْعَاءِ الیَمَنِ، فدَخَلْتُهَا خاوِیَ الْوفاضِ، بَادِیَ الإنْفَاضِ؛ لاأَمْلِكُ بُلْغَةَ، وَلاَأَجِدُ فی جِرَابِی مُضْغَةَ۔

فَطَفِقْتُ أَجُوبُ طُرُقَاتِهَا مِثْلَ الهَآئِمِ، وَأَجُولُ فِی حَوْمَاتِهَا جَوَلَانَ الْحَائِمِ، وَأَرُودُ فِی مَسَارِحِ لَمَحَاتِی، وَمَسَایِحِ غَدَوَاتِی وَرَوحَاتِی، کَرِیمًا أَخْلِقُ لَهُ دِیبَاجَتِی، وَأَبُوحُ إلَیهِ بِحَاجَتی، أَوْأَدِیبًا تفرّجُ رُؤیَتُه غُمَّتِی، وَتُرْوِی رِوَایُه غُلَّتی؛

حَتَّی أَدتُنِی خَاتِمَة المَطَافِ وهَدَتُنِی فَاتِحَة الْإلطافِ، إلی نادِرَحِیبٍ مُحتوِ عَلَی زَمَامٍ وَنَحِیبٍ، فَوَلجْتُ غَابَةَ الْجمعِ، لأسْبُرَ مَجْلبَةَ الدَّمْعِ،

فَرَأَیتُ فِی بُهْرَةِ الْحَلْقَةِ، شَخْصًا شَخْتَ الْخِلْقَةِ، عَلَیهِ أَهْبَةُ السِّیَاحَةِ، وَلَهُ رَنَّةُ النِّیَاحَةِ، وهُوَ یَطْبَعُ الأسْجَاعَ بِجَوَاهِر لَفْظِهِ، وَیَقْرَعُ الأسْمَاعَ بِزَوَاجِرِ وَعْظِهِ، وَقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ أَخْلَاطُ الزُّمَرِ، إحَاطَةَ الهَالَةِ بالْقَمَرِ، والأکْمَامِ بالثَمَرِ، فَدَالَفْتُ إلَیهِ لِأقْتَبِسَ مِنْ فَوَائِدِهِ، وَأَلْتَقِطَ بَعْضَ فَرَائِدِهِ، فلسَمِعْتُه یَقُولُ حِینَ خَبَّ فِی مَجَالِه، وَهَدَرَتْ شقَاشِقُ ارْتجالِهِ:

حارث بن ہمام نے بیان کیا جس وقت میں سفر کے کاندھے پر سوار ہوا اور فقر نے مجھے ہم عمروں سے دور کردیا تو زمانے کے حوادثات نے مجھے صنعاء یمن کی طرف پھینکا پس میں اس میں داخل ہوا اس حال میں کہ میرا توشہ دان خالی تھا، اور میرا فقر ظاہر تھا، میں تھوڑے سے توشے کا بھی مالک نہ تھا اور اپنے توشہ دان میں ایک لقمہ بھی نہیں پاتا تھا۔

چناں چہ میں نے چکر لگانا شروع کیا اس کے راستوں میں حیران آدمی کی طرح اور گھومتا رہا اس کے اطراف (اور گلی کوچوں) میں پیاسے کی طرح، میں تلاش کررہا تھا اپنی نگاہوں کی چراگاہوں اور اپنی صبح و شام کی سیاحت کی جگہوں میں ایک ایسے سخی کو جس کے سامنے میں اپنے چہرے کو پرانا کرسکوں (یعنی اس کے سامنے دست سوال دراز کرسکوں) اور اپنی حاجت اس کے سامنے ظاہر کرسکوں یا ایک ایسے ادیب کو (تلاش کررہا تھا) جس کا دیدار میرے غم کو دور کردے اور اس کی روایت (اور گفتگو) میری پیاس کو سیراب کردے۔

یہاں تک کہ طواف (اور گردش) کے اختتام نے مجھے پہنچادیا اور مہربانیوں کے افتتاح نے میری رہ نمائی کی ایک ایسی وسیع مجلس کی طرف جو مشتمل تھی ہجوم اور رونے کی آواز پر، چناں چہ میں مجمع کے جنگل میں داخل ہوا تاکہ جان سکوں آنسو کو کھینچنے (اور بہنے) کے سبب کو۔

پس میں نے دیکھا حلقے کے درمیان ایک ایسے ضعیف الخلقت شخص کو جس پر سامان سیاحت (لدا ہوا) تھا اور اس کے لیے نوحہ کی سی آواز تھی، وہ ڈھال رہا تھا، مقفہ عبارتوں کو اپنے لفظ کے جواہر کے ساتھ اور

کھٹکھٹا رہا تھا کانوں کو اپنے وعظ کی جھڑکیوں سے، اس حال میں کہ اس کو مختلف جماعتوں کے لوگوں نے ایسا گھیرا تھا جیسا ہالہ چاند کو یا غلاف (اور چھلکا) پھل کو گھیرتا ہے، تو میں اس کی طرف آہستہ آہستہ قریب ہوا تا کہ اس سے کچھ فوائد حاصل کرسکوں اور اس کے چند یکتا موتی چن سکوں، چناں چہ میں نے اس کو کہتے ہوئے سنا جس وقت وہ اپنی جولانگاہ میں دوڑ رہا تھا اور (جس وقت) اس کے فی البدیہہ کلام کے جھاگ آواز نکال رہے تھے (یعنی اس کی آواز بلند ہوگئی تھی)۔

4.6 اسلوب خطابی

اسلوب خطابی کو اسالیب کے درمیان یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ اسلوب سب سے زیادہ گھن گرج والا اسلوب ہے۔ اس اسلوب کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کاری یا سامع کے سل میں جذبات پیدا کیے جائیں اور پھر انھیں خوب بھڑکایا جائے۔ اُسے عزم وہمت اور جرأت ومردانگی پر آمادہ کیا جائے۔ اس کے سامنے پرزور انداز میں اپنی بات رکھی جائے اور اپنا مقصد واضح کیا جائے۔ اس لحاظ سے یہ اسلوب قاری یا سامع کے دل پر سب سے تیز اثر کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی اثر انگیزی عام طور پر محدود وقت کے لیے ہوتی ہے۔

یہ اسلوب اختیار کرنے کے لیے متکلم کو پُر زور الفاظ، بلند آواز اور پرشکوہ لہجہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ایک بات کو مختلف انداز سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ مترادفات اور ہم معنی الفاظ کا استعمال کرنا ہوتا ہے۔ کبھی سوال کرنا ہوتا ہے تو کبھی سوال کر کے خود ہی اس کا جواب دینا ہوتا ہے۔ کبھی کسی بات کا تذکرہ کر کے اس پر حیرت کا اظہار کرنا ہوتا ہے تو کبھی کسی چیز کا علی الاعلان انکار کرنا پڑتا ہے۔ غرض یہ کہ ہر وہ چیز اختیار کرنی پڑتی ہے، جس سے قاری یا سامع کے دل میں جذبات کا سیلاب امڈ پڑے اور وہ متکلم کی بات ماننے پر فوراً آمادہ ہو جائے۔

نکات کی شکل میں اس اسلوب کے امتیازات یہ ہوسکتے ہیں:

1- زورشور اور گھن گرج کے لحاظ سے یہ سب سے پرکشش اسلوب ہے۔
2- ایک بات کو دہرانا، مترادفات کا استعمال اور استعجاب واستفہام کا انداز اختیار کرنا اس اسلوب کی اہم صفت ہے۔
3- اس اسلوب میں زیادہ سے زیادہ زوردار الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

عربی زبان میں حضرت علی بن ابی طالبؓ، حجاج بن یوسف، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، مفتی امین الحسینی، سید قطب اور محمد الحسنی جیسے مشاہیر کے خطبات اور تحریریں اسلوب خطابی کا بہترین نمونہ قرار دی جاسکتی ہیں۔ جب کہ اردو زبان میں ابوالکلام آزاد اور شورش کاشمیری کی تقریریں وتحریریں اس اسلوب کے نمونے کے طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

اسلوب خطابی کی مثال کے طور پر حضرت علیؓ کے ایک خطبے کے یہ جملے غور سے پڑھیے۔ یہ خطبہ انھوں نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا، جب سفیان بن عوف اسدی نے انبار پر حملہ کر کے وہاں کے عامل کو قتل کر دیا تھا:

”هذا أخو غامد قد بلغت خيله الأنبار، و قتل حَسَّانَ البَكريّ، وأزال خيلكم عن مَسالحها، وقتل مِنكم رجالا صالحين، و قد بلغني أن الرجل منهم كان يدخل على المرأة المسلمة والأخرى المعاهدة، فينزع حِجلَها و قُلبَها ورِعاثَها، ثم انصر فوا وافِرين، ما نال رجلا منهم كَلمٌ، ولا أُرِيق لهم دم، فلو أن رجلا مسلما مات من بعد هذا أسفا، ماكان به ملوما، بل

كان عندي جديرا۔ فواعجبا من جد هؤلاء في باطلهم وفَشَلِكم عن حقكم، فقبحا لكم حين صِرتم غَرَضا يرمى، يغار عليكم ولا تُغيرون، وتُغزون ولا تغزون، ويُعصى الله وترضون۔"

ذرا دیکھو! بنو غامدی کا ایک شخص اپنے گھوڑوں کو لے کر انبار تک پہنچ گیا، حسان بکری کو قتل کر ڈالا، تمھاری سرحدوں سے سواروں کو کھدیڑ دیا اور تمھارے بے شمار نیک افراد کو شہید کر ڈالا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے کوئی فوجی مسلمان عورتوں تک جا پہنچا اور کوئی ہماری حلیف اقوام کی عورتوں تک۔ ان لوگوں نے عورتوں کی پازیب، کنگن اور کانوں کی بالیاں بھی نوچ ڈالیں اور لدے پھندے واپس ہو گئے۔ نہ انھیں کوئی زخم لگا اور نہ ان کا خون بہا۔ اس حادثے کی وجہ سے اگر کوئی مسلمان غم کے مارے مر جائے تو میرے نزدیک یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔ مجھے سخت تعجب ہے کہ وہ لوگ باطل پر ہونے کے باوجود کیسے باہمت ہیں اور تم حق پر ہونے کے باوجود کیسے پست ہمت ہو۔ ڈوب مرو کہ تمھیں تیروں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ تمھارے اوپر حملہ کیا جا رہا ہے، لیکن تم حملہ کرنے سے عاجز ہو، تم سے جنگ کی جا رہی ہے، لیکن تم جنگ سے مجبور ہو اور سرِ عام اللہ کی نافرمانی کی جا رہی ہے اور تم اس پر راضی ہو۔

4.7 خلاصہ

کسی بات کو مخصوص انداز میں ادا کرنا اسلوب کہلاتا ہے۔ اسلوب کی مختلف تعریفات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اس کے مفہوم میں حسن و زیبائش شامل ہے۔ علمائے بلاغت نے اسلوب کی تین قسمیں کی ہیں۔

1- اسلوب علمی ایک سنجیدہ اور عالمانہ اسلوب ہوتا ہے، جس میں اصل زور علمی حقائق اور فکری نظریات کو پہنچانے پر ہوتا ہے۔

2- اسلوب ادبی میں اصل توجہ کلام کے ظاہری حسن اور بناؤ سنگار پر دی جاتی ہے، تا کہ قاری یا سامع اس سے لطف اندوز ہو سکے اور بات اس کے دل میں اتر سکے۔

3- اسلوب خطابی کو انسان کے خوابیدہ جذبات بھڑکانے اور اس کے اندر عزم و حوصلہ پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بات کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے یہ نقشہ دیکھیے:

اسالیب اور ان کے نمائندے

اسلوب

اسلوب علمی
نمائندے
جاحظ، جرجانی، ابن رشیق، رازی، ولی اللہ دہلوی، عبدالحی حسنی، عقاد، محمد عبدہ، احمد امین، سرسید، شبلی، سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر حمید اللہ کی اکثر تحریریں۔

اسلوب ادبی
نمائندے
ہمدانی، حریری، ابن مقفع، منفلوطی، طنطاوی، نجیب محفوظ، راشد الخیری، خواجہ حسن نظامی، رجب علی بیگ سرور اور عبدالماجد دریابادی کی اکثر تحریریں۔

اسلوب خطابی
نمائندے
حضرت علیؓ، حجاج بن یوسف، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، مفتی امین الحسینی، سید قطب، محمد الحسنی، ابوالکلام آزاد اور شورش کاشمیری کی تقریریں و تحریریں۔

4.8 نمونے کے امتحانی سوالات

تین سطروں میں جواب دیجیے:

-1 اسلوب سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

-2 عربی زبان میں اسلوب کے کیا معنیٰ ہیں؟

-3 اسلوب خطابی کے تین نمائندوں کے نام بتائیے۔

پندرہ سطروں میں جواب لکھیے:

-1 اسلوب علمی کے امتیازات وخصوصیات کیا ہیں؟

-2 اسلوب خطابی کا ایک نمونہ پیش کر کے اس کا جائزہ لیجیے کہ وہ کس طرح اسلوب خطابی کا نمونہ ہے؟

-3 اسلوب ادبی کی حقیقت واوصاف پر مشتمل ایک جامع نوٹ لکھیے۔

4.9 مطالعے کے لیے رہنما کتابیں

-1 الأدب العربي بين عرض و نقد، محمد الرابع الحسني الندوي

-2 البلاغة الواضحة، على الجارم/مصطفىٰ امين

-3

4.10 مشکل الفاظ کی فرہنگ

نگارش

پیرایہ

ترصیع

صناعی

کٹھالی

ہیئت

متیقن

خط وخال

لفّاظی

رومانوی

متکلمین

ماہیت
معنویت
منطقی
آتش جوالا
تخلیقات
گھن گرج
پرشکوہ